# امت مسلمہ کے موجودہ زوال کے چند اسباب

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

اس وقت عالم اسلام اور مسلمانوں کی جو سیاسی، معاشی اور فوجی کمزور اور زوال پذیر صورتحال ہے، اس پر ہر حساس مسلمان کا دل آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے، ابھی گذشتہ سال پڑوسی اسلامی ملک افغانستان میں طالبان حکومت کے سقوط کا زخم ہرا اور غم تازہ تھا...... ابھی وہاں کے بوڑھوں، بچوں اور بے یارومدگار عورتوں کی فریادیں فضا میں تحلیل بھی نہیں ہوئی تھیں کہ وہی اتحادی وحشی ایک دوسرے نہتے مسلمان ملک پر چڑھ دوڑے اور مجبور اور بے بس عوام کی لاشوں، زخموں اور آتش و بارود باری کے وہی دردناک مناظر یہاں بھی دہرائے جانے لگے! لوگوں نے بغداد کے شعلے دیکھے، بصرہ کی کسمپرسی کا مشاہدہ کیا، ام قصر اور ناصریہ کی بے بسی ملاحظہ کی، نجف اور کربلا میں درندگی کے مظاہر دیکھے، بچے دیکھے جو بلک رہے تھے، عورتیں دیکھیں جو چیخ رہی تھیں! نوجوان دیکھے جو جل رہے تھے، بوڑھے دیکھے جو ہکلا رہے تھے...... میڈیا کے اس دور میں تباہی اور بربادی کا یہ غم دنیا اور عالم اسلام نے دیکھا، عوام لاکھوں نہیں، کروڑوں کی تعداد میں سڑکوں پر نکل آئے، اپنے جذبات کا اظہار کیا، اپنی آواز سنوانے کی کوشش کی، روس، فرانس، جرمنی جیسے موثر ملکوں اور اقوام متحدہ کے معائنہ کاروں نے بھی مخالفت کی لیکن طاقت کے نشے میں مدہوش وحشیوں نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اپنا منصوبہ جاری رکھا...... اس سرکش منصوبے کا عفریت اب کس کس ملک کو دبوچنے والا ہے، اس کے متعلق قیاس آرائیاں جاری ہیں، شام، ایران اور پاکستان کا نام اس سلسلے میں لیا جا رہا ہے! دوسری طرف امت مسلمہ پر بے حسی کی ایک عجیب چادر چھائی ہوئی ہے، ایک اسلامی ملک پٹتا ہے، اسلامی دنیا کے دوسرے تمام ملک اس کا نظارہ کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ آگے بڑھ کر مظلوم کی دادرسی کی جائے، ظالم کا ہاتھ روکنے کی تگ ودو کی جائے بحث یہ شروع ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد پٹنے کی باری کس کی ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم نوجوانوں اور عوام میں اسلام کے لیے کٹ مرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے لیکن بدقسمتی سے مقتدر طبقہ کی ترجیحات، اس کے خیالات اور اس کی سوچ و فکر کا انداز عام مسلمانوں سے بالکل مختلف ہے، مسلمانوں کو اس وقت جو ناکامیاں ہو رہی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ عالم اسلام کے مفکرین (تھنک ٹینکس) سر جوڑ کر بیٹھیں اور ان اسباب اور وجوہ کا پوری زمینی حقیقت کے ساتھ جائزہ لیا جائے جو مسلم امہ کی نشاۃ ثانیہ میں رکاوٹ اور اس کی پستی وادبار کے اصل اسباب ہیں، اس ضمن میں سوچتے ہوئے ہمیں مندرجہ ذیل پہلوؤں کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے:

❶ مغرب اور خاص کر امریکہ کو بے شک اس وقت جدید ٹیکنالوجی کے میدان میں عالم اسلام پر غیر معمولی برتری حاصل ہے، یہی برتری اسے ہزاروں میل دور بیٹھ کر کسی مسلمان ملک پر یلغار اور اس کی زمین میں اپنی افواج دوڑانے کا حوصلہ دیتی ہے، مسلمانوں کے پاس جذبہ شہادت اور لڑنے کی جرأت ضرور ہے لیکن جدید حربی آلات میں غیر معمولی برتری کا کوئی مؤثر حل ان کے پاس نہیں، دشمن سامنے آئے، تب ہی اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، بہادری کے جوہر دکھائے جا سکتے ہیں اور جرأتوں کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے لیکن دشمن اگر ہزاروں میل کے فاصلے

سے آتش و آہن برسا کر تباہی مچاتا ہے اور اس تک پہنچنے یا اسے روکنے کے لیے کوئی مؤثر ذریعہ نہ ہو تو ایسی صورت میں صرف بربادی کا ہی انتظار کیا جاسکتا ہے، اس لیے مسلمانوں کے لیے بہ حیثیت مجموعی ضروری ہے کہ وہ جدید حربی آلات بنانے، انھیں استعمال کرنے، ان کی تباہی سے بچنے کے لیے دفاعی مؤثر تدابیر اپنانے کی قدرت حاصل کریں اور یہ قدرت خاموشی کے ساتھ طویل جدوجہد کے بعد ہی حاصل ہوسکے گی۔

❷ امریکہ اور دوسری بڑی طاقتوں کو ہر موقع پر خواہ مخواہ اور بلاضرورت للکارنے کی بجائے خاموشی کے ساتھ مسلسل جدوجہد کر کے مقابلے کی تیاری کا کام زیادہ ضروری اور اہم ہے، للکارنا، چیلنج دینا اسی وقت مفید ہوسکتا ہے جب کم از کم اپنے دفاع کی ضروری صلاحیت آدمی کے پاس موجود ہو، ورنہ بلند بانگ خالی خولی دعوے کر کے طاغوتی قوتوں کے شر کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور ان کی دشمنی کا ہدف بن جانا کسی بھی طرح قرین حکمت نہیں ہے...... اسلامی تحریکوں، سیاسی مسلمان عمائدین اور ترقی پذیر اسلامی ملکوں کی پالیسی میں جارحانہ اسلوب اور نعرہ بازی کا عنصر فائدے سے زیادہ ہمیشہ نقصان کا سبب بنا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ طاغوتی قوتوں کی سرکشیوں اور ظالمانہ منصوبوں پر چپ سادھ لی جائے یا حق کہنے میں مداہنت سے کام لیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بلاضرورت بڑی قوتوں کو للکارنے کا جو فیشن بن چکا ہے اور بہت سے لوگ اسے عوام میں اپنی مقبولیت کے حربے کے طور پر اختیار کیے ہوئے ہیں، وہ دشمن کی سرکشی کو متوجہ کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور ایسی صورت میں پھر اسے روکنے کا کوئی مؤثر ہتھیار پاس نہیں ہوتا، بلاشبہ "مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی"...... لیکن یہ حقیقت بھی نظروں سے اوجھل نہیں رہنی چاہیے کہ قرآن کریم نے مؤمن کو "اعداد" اور دشمن کے مقابلے کے لیے بھرپور تیاری کا حکم دیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ألا إن القوة الرمی، ألا إن القوہ الرمی، ألا ان القوۃ الرمی"...... کہ قوت اور طاقت تو رمی میں ہے "رمی" کے معنی پھینکنے کے ہیں، تیر سے لے کر ایٹم بم تک پھینکا جانے والا ہر اسلحہ اور حربی آلہ اس لفظ کے عموم میں داخل ہے، دشمن کے مقابلے میں قرآن نے تیاری کا جو حکم دیا ہے اس میں بھی "ترھبون به عدو اللّٰه" کی تصریح کر دی ہے کہ تیاری ایسی ہونی چاہیے کہ اللہ کے دشمنوں کو تم ڈرا سکو اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ آج کے دور میں وہ کون سا اسلحہ ہے جس سے دشمن کو ڈرایا جاسکتا ہے۔

❸ اللہ تعالیٰ نے اہل فرنگ کے مقابلے میں مسلمانوں کو کچھ کم صلاحیتیں نہیں دی ہیں، الحمد للہ مسلمان صلاحیت اور قابلیت کے اعتبار سے دنیا کی کسی بھی قوم سے اس انحطاط کے دور میں بھی پیچھے نہیں، البتہ المیہ یہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں باصلاحیت افراد کی قدرشناسی کا فقدان ہے، نتیجہ یہ ہے کہ باصلاحیت افراد غیروں کا رخ کرلیتے ہیں اور ان کی صلاحیت سے غیر مسلم فائدہ اٹھالیتے ہیں، آج بھی یورپ کے بڑے بڑے منصوبوں کے اصل معماروں میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جاسکتا، فرانس کے ایٹمی پلانٹ کے معماروں میں سرگودھا کے رہنے والے ایک پاکستانی کا نام سرفہرست ہے، بھارت کے ایٹم بم کا موجد عبدالکلام ایک مسلمان ہے، پاکستان کے ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھی خوش قسمتی سے بیرون دنیا سے ہم اٹھالائے، یہاں اُن کی صلاحیتوں کی جو ناقدری کی گئی وہ بھی ایک افسوس ناک تاریخ ہے، اس لیے مسلمان ملکوں میں جوہر شناسی اور صلاحیت شناسی کے عنصر کی جو کمی ہے، اس پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔

❹ ہر ظالم کی طرح امریکہ اور اس کے ہم نوا ظالم ممالک یقیناً ایک نہ ایک دن اپنے انجام کو پہنچیں گے، ظلم اور تکبر و نخوت بڑے بڑے ملکوں اور قوموں کی تباہی اور بربادی کا ذریعہ بنا ہے لیکن بحیثیت مسلمان ہمارے لیے صرف ہاتھ پر ہاتھ دھر کر یہ سوچ لینا ہرگز کافی نہیں کہ امریکہ تباہ ہوگا، اپنی اصلاح کے لیے عملی اقدامات کے بغیر امریکہ کی قدرتی تباہی کا انتظار خود ہماری ترقی کا سبب کبھی نہیں بن سکتا، ہمیں اس کے ساتھ ساتھ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ کون سی خصوصیات اور وہ کون سے اسباب ہیں جو ان قوموں کی دنیوی ترقی کے بام عروج تک پہنچنے میں معاون بنے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان ترقی یافتہ غیر مسلم ملکوں نے اسلام کی ان عملی تعلیمات کے ایک بڑے حصے کو

اپنی قومی زندگی کے دھارے میں بڑی سختی کے ساتھ شامل کیا جو اصل تو مسلمانوں کے دین کا حصہ تھیں لیکن انھیں غیر مسلموں نے اپنایا...... جہد مسلسل، وقت کی پابندی، دیانت، معاملات میں فراڈ اور دھوکہ دہی سے احتراز، احساس ذمہ داری، اپنی قوم اور ملک کے ساتھ محبت، باہمی نزاعات سے احتراز...... اسلام کی ان تعلیمات کا پر تو غیر مسلم ملکوں میں نظر آتا ہے، اس کے برعکس مسلمان ملکوں میں اس طرح کی اسلامی تعلیمات کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا، یہاں کا ایک سرکاری افسر وقت مقررہ سے کئی گھنٹے تاخیر سے پہنچتا ہے، حاضری کا وقت اگر آٹھ بجے ہے تو گیارہ بجے تشریف لائے گا، چائے کا دور چلے گا، کچھ دیر گپ شپ میں وقت صرف کرے گا، ایک آدھ فائل دیکھنے کے لیے طبیعت آمادہ ہوئی تو کھول کر سرسری انداز سے دیکھ لے گا، ورنہ اس زحمت کو گوارا کرنے کی بھی ضرورت نہیں اور ڈیوٹی کے وقت مقررہ سے بہت پہلے نکل جائے گا، یہ ہماری افسر شاہی کا ایک مجموعی مزاج بن چکا ہے اور ظاہر ہے اس کا اثر پورے ملک پر پڑتا ہے، چنانچہ ملک وملت کی ترقی کے بہت سے منصوبے مہینوں فائلوں کے ڈھیر میں دبے رہتے ہیں، اسی طرح قومی دولت کی لوٹ مار کا ایک عام ذہن بن چکا ہے، سیاست دان اور افسر شاہی اور بیوروکریسی کے افراد...... سب کو جہاں اور جب موقع ملتا ہے بہتی گنگا میں اشنان کرنے سے وہ نہیں چوکتے، اولاد کو بیرون ملک تعلیم دلانا، وہاں جائیدادیں خریدنا، سال میں ایک دوبار قومی وسائل پر بیرون ویزٹ کرنا، مہنگے ہوٹلوں میں قیام کرنا، پاکستان کے بجائے بیرونی دنیا میں جاکر مہنگے علاج کرانا...... اس طرح کے بے شمار روگ صاحب اقتدار طبقے کے رگ وپے میں سرایت کر چکے ہیں اور ظاہر ہے جب تک ان مہلک بیماریوں کا مؤثر علاج نہیں ہوگا، اس وقت تک ہمارا قومی وجود ترقی اور نشوونما نہیں پاسکتا۔

❺ قرآن کریم کی سورۂ نور میں ارشاد ہے کہ:

وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم أمنا يعبدونني لايشركون بي شيئا

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح کیے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ اللہ انھیں زمین میں اپنی خلاف ضرورت عطا کرے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی ہے اور جس دین کو ان کے لیے اس نے پسند کیا ہے اسے ضرور قوت عطا کرے گا، اور ان کے خوف کو یقیناً امن سے بدل دے گا (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔"

ہمارے حق میں قرآن کریم کا یہ وعدہ کیوں پورا نہیں ہو رہا؟ ہمیں زمین میں قوت کیوں حاصل نہیں؟ ہمارا خوف امن سے کیوں نہیں بدلتا؟ آپ ذرا انصاف کے ساتھ غور فرمائیں گے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ اپنی جگہ اٹل ہے، اور تاریخ اسلام اس صداقت کے کرشمے پر شاہدِ عدل ہے، آج اگر ہمیں مصائب وآلام کا سامنا ہے تو یہ درحقیقت اس "ایمان" اور "عمل صالح" کی کمی ہے جسے قرآن کریم میں اس وعدے کے لیے لازمی شرط قرار دیا گیا ہے۔ افسوس مسلمانوں کی موجودہ پستی وادبار کے اسباب ووجوہ ذکر کرتے ہوئے مسلمان مفکرین اور تجزیہ نگار یہ اصل سبب یا علت العلل بالکل فراموش کر جاتے ہیں، اپنے ایمان اور اعمال کی اصلاح کی فکر کے ساتھ رجوع إلی اللہ کا جو فقدان ہے، وہ اس وقت مسلمانوں کے انحطاط کا ایک بنیادی سبب ہے، اگر مسلمان ملکوں اور معاشروں میں ایمان اور اعمال صالحہ کی بہار آجائے، رجوع إلی اللہ کی فضا بحال ہو جائے، اسلام کی تعلیم کو عملی زندگی میں زندہ کر دیا جائے تو دنیا کے انقلابات، زمانے کی کروٹیں، اور روئے زمین کے تغیرات جس ذات کے حکم ومشیت کے تابع ہیں اس کا یہ اٹل قرآنی وعدہ اسی وقت پورا ہو جائے گا اور مسلمانوں کو دنیا میں ایک غالب قوم کی شکل اختیار کرنے میں دیر نہیں لگے گی!

( وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين )